Regd. No. A. 922
Telephone No. 29
Telegram "ANJUMAN"

قیمت سالانہ تین روپیہ
ایک پرچہ ایک آنہ
تاریخ اشاعت
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر:- آل احمد سرور

جلد [illegible] | علی گڈھ - یکم اپریل ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۱۳

رفتار

خلیل الرحمٰن اعظمی

اردو زبان مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی آج جس منزل میں ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اردو نثر کے ذخیرے میں علوم وفنون کا کتنا اہم سرمایہ اکٹھا ہوگیا ہے۔ اردو زبان کی جب بھی کوئی تاریخ لکھی جائے گی اس میں صوفیائے کرام کے مذہبی رسائل اور قدیم داستانوں سے لے کر فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، اور علی گڑھ تحریک کے نثری کارناموں سے ہوتے ہوئے بیسویں صدی کی اہم علمی اور ادبی تصانیف کا جائزہ اور ان مصنفین کی خدمات کا اعتراف کیا جائے گا۔ ان کارناموں کا جائزہ لیتے وقت نثر کے تمام اسالیب کا مطالعہ اور تجزیہ بھی بہت ضروری ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم پچھلے ادوار سے قطع نظر کریں اور صرف زندہ ادیبوں کے بارے میں سوچنے لگیں تو اندازہ ہوگا کہ اس دور میں کتابوں کے مصنف، تنقید نگار، اور محقق تو بہت سے ہیں لیکن صاحب طرز نثر نگار صرف انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ یہ نثر نگار بھی وہ ہوں گے جن کی عمریں اب پچاس اور ساٹھ سے تجاوز کر چکی ہوں گی۔ موجودہ دور کے مصنفین، بالخصوص تحقیقی، علمی اور تنقیدی کتابیں لکھنے والے صاحب طرز تو بڑی بات ہے شگفتہ، رواں اور بے عیب نثر بھی نہیں لکھ سکتے۔ بعض بہت مشہور لکھنے والے جن کی بہت سی کتابیں بازار میں بکتی ہیں ان کا مطالعہ اگر موضوع سے ہٹ کر کیا جائے تو نثر نگاری کے فنی اسقام سے بھری ہوئی ملیں گی۔ اس کا سبب میری سمجھ میں اب تک جو آیا ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے پچیس سالوں سے ہمارے ادب میں نئے علوم، نئے موضوعات اور نئے نظریات کا بہت عمل دخل رہا ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری ساری توجہ موضوع کی طرف مرکوز ہوگئی اور ادبی نثر کے نئے انداز بیان کی جو اہمیت ہے اسے غیر ضروری سمجھا گیا۔ یعنی موجودہ دور کے نثر نگاروں نے علم اور معلومات کے حصول کو اپنے اکتسابات میں سو فیصدی جگہ دی اور اسلوب اور فن کو یک سرے سے نثر نگاری کا جزو ہی نہیں سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نئی نسل اب نثر کا مطالعہ کبھی اس حیثیت سے نہیں کرتی کہ اسے نثر نگاری کا فن سیکھنا ہے اور اس کے اسرار و رموز سے گہری واقفیت حاصل کرنی ہے بلکہ اسے فلاں معلومات فلاں کتاب سے لینی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رویہ کچھ زیادہ صحت مندانہ نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہر ادب میں بنیادی حیثیت موضوع کو حاصل ہے لیکن اگر ادیب سائنس یا خالص علم کی طرح صرف اطلاعات اور معلومات کی فراہمی پر اکتفا کر لیتا ہے اور تخلیقی اور فنی خصوصیات سے خالی ہے تو اسے ہم ادب نہیں کہہ سکتے۔ جس طرح شعر کا صحیح مذاق پیدا کرنے کے لئے شعری انتخابات مرتب کرنے کی رسم ہمارے یہاں عرصہ سے چلی آرہی ہے، اسی طرح ضرورت اس بات کی ہے کہ نثر کا صحیح ذوق پیدا کرنے کے لئے نثر کے سرمایے کی چھان بین کی جائے اور عمدہ انتخابات تیار کئے جائیں اور جس طرح ایک اچھے شعری انتخاب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ صرف مشہور شعراء کا انتخاب نہ کرے بلکہ نسبتاً غیر معروف شعراء کے عمدہ اور اعلیٰ درجے کے اشعار کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لے اسی طرح نثر کے انتخابات میں صرف انھیں بڑے نثر نگاروں کی تحریریں نہ لی جائیں جنھیں بچپن سے نصاب میں ہم پڑھتے آئے ہیں۔

اس انتخاب کی تیاری میں ایک طرف تو ہمیں ان تمام

کتابوں کو فراہم کرنا ہوگا جو اب کمیاب ہیں دوسرے رسائل اور اخبارات کی چھان بین بھی کرنی ہوگی۔ گلدستہ پنچ کے نام سے اودھ پنچ کے مضامین کا ایک چھوٹا سا انتخاب کشن پرشاد کول نے شائع کیا تھا جو اب کمیاب ہے۔ اودھ پنچ کا مکمل فائل سنا ہے ریاست محمودآباد کے کتب خانے میں ہے اس ذخیرے کو اچھی طرح کھنگالنا چاہیے اور سجاد حسین، نواب سید محمد آزاد، مرزا مچھو بیگ ستم ظریف، تربھون ناتھ ہجر، منشی احمد علی شوق، احمد علی کسمنڈوی اور منشی جوالا پرشاد برق کی نثری تحریروں کا تمام قیمتی حصہ محفوظ کر لینے کی ضرورت ہے۔ اسی ذخیرے میں اردو کے مشہور طنز نگار شاعر اکبرآبادی کی نثر نگاری کے نمونے بھی ملیں گے جن کا ایک مختصر سا انتخاب علی گڑھ میگزین کے "اکبر نمبر" میں شائع ہو چکا ہے۔ "مخزن" کے مضامین نظم و نثر کا ایک انتخاب بھی کسی زمانے میں شائع ہوا تھا لیکن ضرورت ہے کہ ایک بار اس کے فائل کو پھر دیکھا جائے اور ایک جامع انتخاب صرف نثر کا تیار کیا جائے۔ اسی طرح صلائے عام، تیرھویں صدی، فسانۂ ایام، تمدن، نقاد، ریاض الاخبار، فتنہ، نقیب، الناظر، ہمدرد، ندیم، مشرق، البشیر، ذخیرہ، زمانہ، بہار پنچ، الہلال، زمیندار، مدینہ، ہند، انقلاب، صدق، ہمدم اور دوسرے تمام پرانے اخبارات و رسائل میں لکھنے والے اچھے ادیبوں کی نثر کے بہترین حصے سمیٹ لیے جائیں۔ میر ناصر علی، حکیم ناصر نذیر فراق، ریاض خیرآبادی، امجد علی اشہری، حکیم برہم دیگر اکبرآبادی، ہوش بلگرامی، ولایت علی بسوق، قاری سرفراز حسین، سید جالب دہلوی، ظفر علی خاں، میر محفوظ علی بدایونی، خواجہ حسن نظامی، راشد الخیری، سر عبدالقادر، خلیقی دہلوی، چودھری محمد علی ردولوی، نواب نصیر حسین خیال، وصی احمد بلگرامی، میر افضل علی، سید رفیق حسین، رئیس امیری، سید حسن ریاض، عبدالماجد دریابادی، چراغ حسن حسرت، نصراللہ خاں عزیز، عبدالمجید سالک، عبدالرزاق ملیح آبادی اور دوسرے تمام اچھے نثر نگاروں اور اخبار نویسوں کے سرمائے سے ان تمام تحریروں کو منتخب کر لیا جائے جن سے نثر کے اسالیب کا مطالعہ کرنے اور نثر کا فن سیکھنے میں مدد ملے اور نئی نسل نثر کا صحیح مذاق پیدا کر سکے۔

رفتار

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مکرمی! تسلیم!

۲۲۔ مارچ کے "ہماری زبان" میں حضرت اثر لکھنوی کا مکتوب نظر سے گزرا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری بے لاگ رائے سے اثر صاحب جیسے بزرگ اور عالم کو تکلیف ہوئی۔ میں نے اپنے مضمون میں دراصل اثر صاحب کے تمام منظوم ترجموں پر ایک عمومی رائے دی تھی اور ان میں سے اکثر و بیشتر کو کامیاب بتایا تھا۔ "رنگ بست" کا ذکر ضمناً ایک عام قاری کی واقفیت کے لیے آ گیا تھا کہ "اس طرح کی نظموں کا ایک مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے"۔ اب اثر صاحب کے زیر نظر مکتوب سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نذرالاسلام کے انقلابی اشعار کے ترجمے کو ان سے منسوب کرنا ان پر ایک طرح کا اتہام ہے اور اب تک انھوں نے محض اس کی ایک خشتیہ نظم کا ترجمہ کیا ہے۔ میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ حضرت اثر نذرالاسلام کی سب سے مشہور اور نمائندہ انقلابی نظم بدروہی (باغی) کا منظوم ترجمہ کر کے بھول گئے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں نفیس اکیڈمی حیدرآباد سے نذرالاسلام کی نظموں کا اردو ترجمہ "زہریلے آنسو" کے نام سے غلام سرور نگار نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ اثر صاحب کا یہ ترجمہ مذکورہ کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مرتب نے "شمشیر و سناں" کے عنوان سے اس کا دیباچہ لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں:

"آخر میں ابوالمکارم مسٹر سلیم اللہ فہمی کا اس لیے بھی ممنون ہوں کہ ان کے ذریعے قاضی نذرالاسلام کی نظم "باغی" کا غیر مطبوعہ منظوم ترجمہ مجھے دستیاب ہوا۔ یہ ترجمہ مرزا جعفر علی خاں اثر سابق ہوم منسٹر ریاست جموں و کشمیر کی کاوش پیہم کا نتیجہ ہے۔" (زہریلے آنسو ص ۲۲)

"باغی" کا یہ منظوم اردو ترجمہ ۱۰۳۲ اشعار پر مشتمل ہے اور تبصرہ نگار ذرۂ بے مقدار نے انھیں اشعار کے سلسلے میں آتشیں انداز کی توقع کی تھی۔

نیازمند خلیل الرحمٰن اعظمی

اب ہماری زبان واقعی معیاری پرچہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ہم بے حد خوش ہیں۔ مگر بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی بلکہ اور بلند معیار تک پہنچانا یہ آپ کا کام ہے۔ اس کی ترقی کے متعلق جو پروگرام بنایا گیا ہے اس سے مجھے اتفاق ہے۔ رفتار خوب ہے مگر......

...... اور اسی طرح ایڈیٹوریل بھی مزے کی چیز ہوتی ہے

محمد یحییٰ تبریزی

(ع بک کالج کلکتہ)

ہماری زبان

یکم اپریل ۱۹۵۷ء

جامع لغت کی اسکیم

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری جامع لغت کی اسکیم کا اردو دنیا میں پرجوش خیر مقدم ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقت کی آواز ہے۔ ۱۷ مارچ کو لغت کمیٹی کا جلسہ ہوا جس میں علاوہ ممبران کے اردو کے بعض مشہور اساتذہ اور ادیبوں نے بھی شرکت کی۔ اس میں یہ اصول طے کیا گیا کہ لغت کی تیاری میں آکسفورڈ ڈکشنری کے مولفین کا دستور پیش نظر رہے اور صرف تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ لغات کی مدد سے ہی الفاظ نہ لئے جائیں۔ بلکہ دکن سے لے کر دورِ جدید تک تمام معیاری مصنفین کی نظم و نثر کا خزانہ کھنگالا جائے۔ انجمن لغات اور مشاہیر ادیبوں کی فہرستیں تیار کر رہی ہے۔ جو عنقریب ہماری زبان میں شائع کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ لغت کی تیاری کے لئے ایک علیحدہ اسٹاف کی سفارش کی گئی ہے جو لغت کمیٹی کی نگرانی میں کام کرے گا۔ پوری اسکیم یعنی تالیف و طباعت پر ۱۰ لاکھ سے اوپر خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ انجمن کی ادبی کمیٹی اس اسکیم کو منظور کرے تو اسے بھی شائع کر دیا جائے گا۔ یہ عظیم الشان کام بغیر پبلک اور حکومت دونوں کے تعاون کے نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف ایک اشد ضرورت کو پورا کرنے کا ہی سوال نہیں ہے۔ ایک علمی خدمت بھی ہے۔ ایک جامع لغت سے ہمارا علمی وقار بڑھے گا اور زبان کی صحت اور درستی کے معیار کو عام کرنے کا موقع ملے گا۔ اس کام میں کئی سال لگیں گے۔ اس کے بعد اردو کی ایک مستند قواعد، قاموس الادب اور دوسرے ضروری کاموں کی طرف توجہ کرنے کا خیال ہے۔

علی گڑھ ہسٹری آف اردو لٹریچر

شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بڑے پیمانے پر اردو ادب کی تاریخ لکھنے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ ابھی حال میں اس سلسلے میں ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں یہ طے کیا گیا کہ یہ تاریخ تین ہزار صفحات پر مشتمل ہو اور پانچ جلدوں میں شائع کی جائے۔ پہلا حصہ تقریباً بارہ سو عیسوی سے سترہ سو عیسوی تک کے لسانی اور ادبی سرمائے کا جائزہ ہوگا۔ دوسرے میں اٹھارہویں صدی کے ادب کی داستان ہوگی۔ تیسرے میں انیسویں صدی کے پہلے نصف کی۔ چوتھے میں دوسرے نصف کی اور پانچویں میں بیسویں صدی کے ادب کی تاریخ ہوگی۔ کتاب میں ہر عہد کے سماجی و معاشی پس منظر میں اس دور کی تمام علمی و ادبی تخلیقات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس کی تیاری میں کیمبرج کی انگریزی ادب کی تاریخ خاص طور پر پیش نظر رہے گی۔ اگرچہ دوسری تاریخوں کا بھی احساس رہے گا۔ اس تاریخ کی تیاری کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے علی گڑھ کو ایک گرانقدر عطیہ دیا ہے۔ اردو کے تمام مانے ہوئے محقق اور نقاد اس کی تیاری میں حصہ لیں گے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اردو والوں نے لغت اور تاریخ دونوں بڑے کاموں کا بیڑا اٹھایا ہے۔ خلوص، لگن اور سعیِ پیہم سے یہ دونوں کام انجام کو پہنچ سکتے ہیں۔

غالب کی تصویر

غالب کی زندگی میں ان کی تین تصویریں کھنچی تھیں۔ شرکت کاویانی برلن کے نسخے میں غالب کی جو تصویر تھی وہ بہت مقبول ہوئی۔ مگر وہ اصلی نہیں ہے۔ یادگار غالب کی بنیاد پر ایک خیالی تصویر ہے۔ چند سال ہوئے ٹکٹوں پر غالب کی جو تصویر ڈاک خانے کے محکمے نے شائع کی تھی وہ حبیب گنج کے کتب خانے کے ایک مرقعے سے لی گئی تھی اس کی اصلیت میں شبہ نہیں۔ مگر اب تک غالب کے شایانِ شان کسی اچھے مصور کی تصویر نہیں تھی۔ اب سید حسین ریسرچ کے ادارے کے لئے ڈاکٹر ذاکر حسین کی فرمائش پر مشہور نوجوان مصور ستیش گجرال نے غالب کی ایک تصویر بنائی ہے جو عنقریب یونیورسٹی میں آ جائے گی۔ اس تصویر سے غالب کی ذہنی رفعت، ان کی شخصیت کی عظمت اور اس کی جامعیت، پوری طرح اجاگر ہو جاتی ہے۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ کسی زبان کے شاعر کی ایسی تصویر اب تک نہیں بنی۔ ہم ستیش گجرال اور علی گڑھ یونیورسٹی دونوں کو اس شاندار کارنامے پر مبارک باد دیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ میر، سودا، نظیر، انیس، حالی، شبلی، اکبر، سرشار، اقبال، پریم چند جیسے مصنفین کی تصویریں بھی بڑے فن کاروں سے تیار کرائی جائیں۔ یہ ان مشاہیر کا اعتراف ہی نہیں، اپنی ذہنی تربیت کا ذریعہ بھی ہے۔

انجمن کے جلسے

۹ اور ۱۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو انجمن کی مالی کمیٹی، ادبی مجلس، مجلس عاملہ اور مجلس عام کے جلسے دن بھر ہوتے رہے۔ نئے سال کے بجٹ، لغت کمیٹی کی رپورٹ، اردو کانفرنس کی تاریخوں پر غور ہوا۔

تفصیلی کارروائی آئندہ اشاعت میں دی جا سکے گی۔

انجمن کی خبریں

لغت کمیٹی

اتوار ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء کو سہ پہر میں لغت کمیٹی کا ایک جلسہ انجمن کے دفتر میں منعقد ہوا۔ ممبروں کے علاوہ اور اہلِ علم بھی خصوصی دعوت پر مدعو تھے۔ حاضرین حسب ذیل تھے۔

۱۔ قاضی عبدالودود صاحب ۲۔ ضیاء احمد صاحب بدایونی۔ ۳۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ۴۔ مالک رام صاحب ۵۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب ۶۔ پروفیسر عبدالقادر سروری ۷۔ پروفیسر نجیب اشرف صاحب ندوی ۸۔ رام بابو سکسینہ صاحب ۹۔ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ ۱۰۔ محی الدین قادری زور صاحب ۱۱۔ اختر اورینوی صاحب ۱۲۔ سید ظہیرالدین علوی صاحب ۱۳۔ خلیق احمد نظامی صاحب ۱۴۔ مختارالدین آرزو صاحب ۱۵۔ پروفیسر آل احمد سرور۔ ۱۶۔ خلیل الرحمن اعظمی صاحب۔

جلسے میں پروفیسر آل احمد سرور نے لغت کی اسکیم پیش کی اور اس سلسلے میں لوگوں کے آئے ہوئے خط بھی سنائے۔ اسکیم پر اراکین نے سیر حاصل بحث کی اور طے ہوا کہ اس مجلس کی گفتگو کی روشنی میں لغت کی تالیف و تدوین کے اصول وغیرہ مرتب کر کے ملک کے اہلِ علم کے پاس رائے کے لئے بھیجے جائیں اور پھر موصولہ جوابات پر غور و خوض کر کے لغت کا کام شروع کیا جائے اس مجلس میں جن امور پر مباحث ہوئے ہیں ان کی تفصیل مرتب کر کے عنقریب شائع کی جائے گی۔

تقریبِ ملاقات

انجمن ترقی اردو ہند کی طرف سے اردو لغت کمیٹی اور تاریخ ادب اردو کے اراکین کی ملاقات کے لئے ۲۴ مارچ کی شام کو ۴ بجے ایک عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا جس میں ان کمیٹیوں کے اکثر مقامی اور بیرونی ممبروں نے شرکت فرمائی۔

سابق حیدرآباد کے خریداروں سے

سابق حیدرآباد کی انجمن ترقی اردو اپنے ممبروں کی طرف سے ہماری زبان کی سالانہ قیمت ہر سال بھیج دیتی ہے۔ اس رقم کی ادائیگی کا تعلق براہِ راست خریداروں سے نہیں ہوتا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس مرتبہ دفتر ہماری زبان نے اور لوگوں کے ساتھ ان ممبروں کو بھی ختم مدت کا مطبوعہ اطلاع نامہ بھیج دیا۔ یہ صرف دفتری بھول چوک ہے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ (منیجر)

آثارِ ادبیہ

مخمسِ رنگین

مختارالدین احمد

سعادت یار خاں رنگین (۱۸۳۵ء) بڑے پرگو شاعر تھے ان کے متعدد دیوان ان کے ہاتھ سے لکھے ہوئے انڈیا آفس کے کتب خانے میں نظر سے گزرے۔ ہندوستان میں بھی ان کے دیوان کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ اس وقت دیوان سوم کا ایک نسخہ پیشِ نظر ہے جس میں غزلیات کے علاوہ ایک مسدس اور ۸ مخمسات موجود ہیں۔ تین مخمس انھوں نے حاتم کی غزلوں پر لکھے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے فغاں، اختر، مجرم کی غزلوں پر بھی طبع آزمائی کی ہے دو مخمس رنگین نے محمد امان نثار کی غزلوں پر بھی لکھے ہیں۔ اور اس وقت انھیں کو پیش کرنا مقصود ہے۔

نثار، میرزا کے معاصر تھے اور شاہ حاتم کے شاگرد، میر کے اژدر نامے کے جواب میں انھوں نے جو غزل لکھی تھی اس کا مقطع مشہور ہے۔

جمع کرا رہے وہ زور بخشا ہے نثار ایک دم میں دو کروں اژدر کے کلے چیر کے

مصحفی و قاسم نے ان کے ایک دیوان کا ذکر کیا ہے اور احمد علی یکتا مصنف دستور الفصاحت اسے سات دواوین کا مصنف بتاتا ہے۔ اس کا دیوان بہت کمیاب ہے۔ مشہور مسعود چغتائی نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک کتب فروش کے یہاں ان کی نظر دیوان نثار کے ایک قلمی نسخے پر پڑی۔ واپسی میں جب وہ خریدنے کی نیت سے وہاں پہنچے تو وہ نسخہ بک چکا تھا۔ کیمبرج کے ایک نسبتاً غیر معروف سے کالج میں دیوان نثار کا ایک نسخہ میری نظر سے گزرا تھا لیکن اس وقت یقینی طور پر کہنے سے مجبور ہوں کہ وہ دیوان عبدالرسول نثار کا تھا یا محمد امان نثار کا۔

رنگین کا دیوان بھی اب تک غیر مطبوعہ ہے اس طرح ہم رنگین اور نثار دونوں کا غیر مطبوعہ کلام ایک جگہ پیش کر رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

بہت ضروری

دفتری خط و کتابت کے پتے میں صرف جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ لکھئے۔ کسی کا نام ہرگز نہ لکھئے نام لکھنے سے جواب اور تعمیل میں دیر ہونا لازمی ہے۔

اُردو دنیا

مشرقی افریقہ میں اردو

ہندستان کے مشہور پلے بیک سنگر طلعت محمود ڈھائی ماہ تک مشرقی افریقہ میں دورہ کرنے کے بعد واپس آگئے ہیں۔ اس دورے میں وہ یوگینڈا اور ٹانگانیکا کے کئی اہم شہروں میں جہاں ایشیائی بڑی بھاری تعداد میں جا بسے ہیں ، گئے اور لوگوں کو اپنے دلکش نغموں سے مسحور کیا۔ اس دورے کا پروگرام نیروبی (کینیا) کی ایک کلچرل تنظیم کمال آرٹس نے تیار کیا تھا۔ طلعت محمود نے جنھیں پہلی بار غیر ملکی دورہ کرنے اور بیرونی ممالک میں گا کر سنانے کا موقع ملا تھا واپسی پر بتایا کہ انھوں نے ۴۴ زبردست اجتماعوں میں گانے سنائے ۔ ان کے بیان کے مطابق کئی مقامات پر حاضرین کی ایسی تعداد بھی تھی جو ان کی غزلوں سے بھی پوری طرح واقف تھی۔ انھوں نے بتایا کہ ان غزلوں پر چند مقامات پر لوگوں نے اسٹیج پر کرنسی نوٹ پھینک پھینک کر اپنی پسند کا اظہار کیا بعض موقعوں پر طلعت محمود سے پہلے لوگوں نے ان کی غزلیں گنگنانا شروع کر دیں۔ (سیاست حیدرآباد ماخوذ)

ریڈیو ڈراموں کا مقابلہ

پچھلے دنوں آل انڈیا ریڈیو نے یونیسکو کا آل انڈیا مقابلہ منعقد کیا تھا اس میں اردو ہندی اور پنجابی کے جن تین ریڈیو ڈراموں کو بہترین قرار دیا گیا ہے ۲۰، ۲۲، مارچ کو آل انڈیا ریڈیو دہلی کے اسٹیشن سے نشر کئے گئے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

آخری پدمنی (اردو) از محمد اسیر - آج کا تازہ اخبار (ہندی) از کملا رشمی جھنجھاگر اور "ڈرامہ" (پنجابی) از سرجیت سنگھ سیٹھی۔ ہر ڈرامہ تیس منٹ کا تھا۔ یہ ڈرامے آخری بھارت کے تمام اسٹیشنوں سے ریلے کئے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ انعام جیتنے والوں کا تعارف بھی کرایا گیا۔

اخبارات اور سیاست

بمبئی میں اردو روزنامہ "ہندستان" کے پریس کا افتتاح بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر جناب ایس۔کے پاٹل نے کیا۔ "ہندستان" کے مالک جناب غلام احمد خاں آرزو نے جناب ایس۔کے پاٹل کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک مختصر سی تقریر کی۔

ایس۔کے پاٹل صاحب نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں کہا کہ اردو داں عوام دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سیاسی بیداری اور بصیرت رکھتے ہیں۔ ماننا پڑتا ہے کہ اردو زبان سیاست کے لئے خاص طور پر موزوں ہے جس نے ہمارے ملک کی سیاسی ترقی میں ایک اہم رول ادا کیا ہے انھوں نے کہا کہ بمبئی میں پانچ لاکھ سے زائد اردو جاننے والے موجود ہیں اور میرے ذاتی تجربے کے مطابق وہ اردو داں طبقہ ہے جس نے کانگریس کی لاج رکھنے میں بڑی سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا ہے۔

انگریزی کے لئے اور پندرہ سال

سرکاری زبان کمیشن کے چیرمین ڈاکٹر بی۔جی کھیر نے تمام صورت حال پر نظر ثانی کرنے کے بعد اپنی رپورٹ پیش کر دی تھی۔ کمیشن کے سامنے یہ معاملہ زیر غور تھا کہ آیا ہندی زبان کو ۱۹۶۵ء تک سرکاری زبان بنا دینا ممکن ہوگا۔ لیکن کمیشن کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کمیشن کے ایک ممبر نے وقت کی مدت تیس سال تک بڑھا دینے کی سفارش کی ہے اور ایک اختلافی نوٹ میں مشورہ دیا گیا ہے کہ جنوبی ہند میں ہندی کو لازمی قرار دیا جائے۔

امید کی جاتی ہے کہ انگریزی کے بجائے ہندی کو مکمل طور پر سرکاری زبان بنا دینے کے لئے وقت کی جو حد مقرر کی گئی ہے اس میں مزید دس پندرہ سال کی توسیع کر دی جائے گی۔

آندھرا اسمبلی اور تلگو

آندھرا پردیش اسمبلی کے اجلاس میں چند ممبروں نے تجویز پیش کی کہ اسمبلی کی کارروائی اور اس کے اجلاس تلگو زبان میں ہونا چاہئے۔

قرارداد میں کہا گیا کہ چونکہ ریاستیں لسانی اساس پر تشکیل پا چکی ہیں اور ۳ کروڑ تلگو بولنے والے موجود ہیں تو یہ مطالبہ فطری ہے لیکن چیف منسٹر مسٹر سنجیوا ریڈی نے قرارداد کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ مسئلہ جلد بازی سے طے نہیں ہو سکتا۔ تلگو کو تدریجاً اس کا مقام دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن اسمبلی میں تلگو کو لازمی بنا دینا مناسب بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سوال پر نیا ایوان غور کر سکتا ہے۔ اسپیکر نے چیف منسٹر کی توجہ موجودہ قواعد کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا کہ ایوان کا عام کاروبار اسپیکر کو کچھ اختیار تیزی کے ساتھ انگریزی ہی میں چلانا چاہئے۔ اسپیکر کے لئے لازمی ہے کہ وہ دیکھے کہ ایوان کا کام انگریزی میں جاری رہے۔

ہندپاک مشاعرہ

۲۲، مارچ کو دلی میں ہر سال کی طرح مشکل لال دل کا تھا مل والوں کی یاد میں ۱۷ کرزن روڈ پر منعقد ہوا جس مشاعرے میں ہندستان کے مشہور شعراء کے علاوہ پاکستان کے مشہور شاعروں میں سے فیض احمد فیض اور مجید لاہوری نے بھی شرکت کی۔

مشاعرہ بہت کامیاب رہا۔

جوش ملسیانی کا یوم ولادت

جناب جگت سنگھ ڈائرکٹر ماہنامہ "رہنمائے تعلیم" نے اپنے ناظرین سے درخواست کی تھی کہ وہ ماہ فروری میں جناب جوش ملسیانی کا جنم دن منائیں، اور مہاں آپ یہ تقریب ہر سال جاری رکھیں۔ حضرت جوش ملسیانی کے حالات زندگی اور کارہائے نمایاں کو منظر عام پر لانے کے لئے جناب جگت سنگھ صاحب نے پنڈت ہری چند اختر کا لکھا ہوا ایک مضمون بھی پچھلے دنوں شائع کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ بزم ادب پنجاب سے ملحقہ تمام علاقائی شاخوں نے حضرت جوش ملسیانی کا یوم ولادت بڑے جوش و خروش کے ساتھ منایا۔

اس سلسلے میں جالندھر میں ایک شاندار محفل شعر منعقد ہوئی۔ مشاعرہ میں تقریباً تمام مقامی شعراء نے اپنا کلام سنایا۔ اراکین بزم ادب نے ایک سپاس نامہ میں حضرت جوش کی درازی عمر اور صحت و شادمانی کے لئے دعا کی۔ اس مجلس میں خود جوش ملسیانی بھی موجود تھے۔

اس کے علاوہ حضرت جوش ملسیانی کے اپنے قصبہ نکودر اور امرتسر، پٹھان کوٹ، ایچی کلاں میں بھی اس تقریب کے سلسلے میں شعر و شاعری کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

(ملخص رہنمائے تعلیم)

غزل

کسی کے طرز کرم نے یارب! یہ کیا کرشمے دکھا دیے ہیں
کہ ہر تبسم کی آڑ لے کر، ہزار جلوے لٹا دئے ہیں

یہ بے نقابی کی دھوم برحق، مگر وہ پردے بھی کوئی دیکھے
جو اپنے رخ سے اٹھا کے تم نے، مری نظر پر گرا دئے ہیں

نجوم شب کا سماں جو دیکھا، تو عشق کو یہ گمان گزرا
ترے تبسم نے جگمگا کر، فلک پہ دیپک جلا دئے ہیں

مرے رحیم و کریم ساقی! خدا تجھے شادکام رکھے
کہ آج تو نے نظر نظر میں کئی خمستاں لٹا دئے ہیں

خدا ہی جانے ترے ستم کو، یہ کیا نرالا مذاق سوجھا
کہ دل میں شور فغاں اٹھا کر، زباں پہ تالے لگا دئے ہیں

کبھی حقیقت کی جستجو میں، گلوں کو دیکھوں تو سوچتا ہوں
وہ راز کتنے لطیف ہوں گے جو رنگ و بو میں چھپا دئے ہیں

یہ بات کیا ہے کہ تیرے غم نے، خوشی کے صدہا حسین جلوے
دکھا دکھا کر چھپا دئے ہیں، چھپا چھپا کر دکھا دئے ہیں

نہ اب وہ شکوے ہیں بے رخی کے نہ اب وہ چرچے ہیں برہمی کے
کہ ایک ہی شرمگیں نظر نے، تمام جھگڑے چکا دئے ہیں

نفس نفس میں امنگ دل کی، نظر نظر میں ترنگ دل کی
خوش رہ کر بھی آج ہم نے، کئی فسانے سنا دئے ہیں

سنا ہے بیدار جب سے میں نے، کہ آج گزریں گے وہ ادھر سے
مری جبیں نے قدم قدم پر، ہزار سجدے بچھا دئے ہیں

(پروفیسر کرپال سنگھ بیدار)

جدہ میں اقبال

مارچ کے آخری ہفتے میں سفارت خانہ پاکستان جدہ میں "اقبال" پر ایک مجلس مباحثہ ہوئی۔ مسٹر عبداللہ فیصل وزیر داخلہ سعودی عرب نے صدارت فرمائی۔

حکومت پنجاب اور اردو

مارچ کے تیسرے ہفتے پنجاب اسمبلی میں گورنر کی تقریر پر مباحثہ ہوا تو مولانا عبدالغنی ڈار نے کہا کہ حکومت اردو کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کر رہی ہے۔

تاریخ ادب اُردو

علی گڑھ ہسٹری آف اردو لٹریچر کی تیاری کے سلسلے میں ایک مشاورتی جلسہ ٢٢، ٢٣، ٢٤ مارچ ١٩٥٠ء بروز سہ شنبہ دیکشنبہ زیر صدارت پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبہ اردو و ڈائرکٹر علی گڑھ ہسٹری، سیمینار اردو، ڈیپارٹمنٹ میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مقامی و بیرونی ادیبوں نے شرکت کی۔

اس کانفرنس کا افتتاح وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے کیا۔ پھر ایجنڈا پر بحث شروع ہوئی اور صبح و شام کی تین نشستوں کے بعد یہ طے پایا کہ تقریباً تین ہزار صفحوں پر مشتمل تاریخ ادب اردو پانچ جلدوں میں مرتب ہو۔

جلسے میں بڑی تفصیل سے سب پہلوؤں پر غور کیا گیا۔ اس جلسے کی تفصیلی کارروائی آئندہ اشاعتوں میں دی جائے گی۔

مُراسلات

ہماری صحافت اور نئی مطبوعات

"ہماری زبان میں" ہماری صحافت" کا کالم بہت مفید کالم ہے اسے اس وقت تک جاری رکھئے جب تک ہندستان میں شائع ہونے والے ہر اردو اخبار کی فہرست مکمل نہ ہو جائے ہم اردو والوں کی آگاہی کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔

دوسرے اداروں کی نئی مطبوعات کے متعلق ایک کالم کچھ مدت تک جاری رہا۔ اب وہ نظر نہیں آرہا۔ ممکن ہو تو اسے بھی جاری رکھئے۔

جناب احتشام حسین کا مقالہ "لکھنؤ" ہم نے پریس انفارمیشن بیورو کی جانب سے جاری کیا تھا۔ وہ ۱۵۔ مارچ کے "ہماری زبان" میں شائع ہوا ہے۔ مقام مسرت ہے کہ یہ مقالہ آپ نے پسند فرمایا ہے۔ اس سلسلے کا ایک اور مقالہ "پٹنہ" جناب سہیل عظیم آبادی کا لکھا ہوا بھی ہم آپ کی خدمت میں بھیج چکے ہیں۔ اسے بھی دیکھ لیجئے گا۔

غالباً یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا آپ کا باہمی تعاون کئی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ اپنے گراں قدر مشوروں سے ہمیں محروم نہ رکھئے۔

نیاز مند :- جگن ناتھ آزاد
انفارمیشن افیسر (اردو)

ادبی جلسہ

جناب سکریٹری جنتا لائبریری ، بہار، یہ اطلاع دیتے ہیں۔ ۱۰۔ مارچ شب میں ۸ بجے جنتا لائبریری ہال میں جناب خورشید بہاری کی صدارت میں پندرہ روزہ ادبی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں اختر پوری، علی محمد سعید، عزیز الدین عزیز، اکرام، عزیز الرحمٰن، کرامت جلال اور صدر مجلس نے اپنی نگارشات سنائیں جن پر بحث ہوئی۔

علی محمد سعید کا افسانہ، عزیز صاحب اور خورشید صاحب کو بہت پسند کیا گیا۔ آخر میں ۲۵۔ مارچ کو لائبریری کی طرف سے یوم غالب منائے جانے کا اعلان کیا گیا جس کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔

آثار ادبیہ اور غیر معروف شعرا

آپ نے پرچے کو بہت متنوع بنا دیا ہے۔ خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب کا سلسلہ خوب ہے۔ اور ڈاکٹر آرزو کا سلسلہ تو خوب تر ہے۔ ڈاکٹر آرزو نے ایک اسکالر کی حیثیت سے یورپ کی سیر کی ہے اور ان کی لائی ہوئی نوادرات قابل ستائش ہیں۔ اس سلسلہ کو جاری رکھئے۔ ہماری زبان کی دلچسپیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ اللہ مبارک کرے! علی گڑھ کی ہسٹری آف اردو لٹریچر کی مزید تفصیلات شائع کیجئے تو مناسب ہے۔ معلوم نہیں مرتبین نے حیدرآباد کے کاموں کو بھی لیا ہے یا نہیں، بہرحال کام بڑا اچھا ہے، بشرطیکہ لگن سے کیا جاوے۔ خدا کرے جلد مکمل ہو سکے۔

(آپ کا تمکین کاظمی)

اردو لغت

سوری دستوری تحفوں سے "ہماری زبان" نے آپ کی ادارت میں جو ترقی کی ہے۔ وہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے آپ کی بلیغ اور جامع تحریروں میں تو انا اور صالح مضمونوں کو پڑھ کر یقیناً میری طرح ہر اردو دوست خوش ہوتا ہوگا۔

اردو لغت کی تدوین اردو کی دنیا میں یقیناً انجمن کا معجزہ متصور کیا جائے گا۔

رفتار کی رفتار میں جو رفتار ہے اس سے عموماً تمام اور خصوصاً شاعر اور ادیب نیز سخن شناس اس سے ضرور محظوظ ہوتے ہوں گے۔

نیاز کیش :- محمد نور الہدیٰ سرور ڈکش

یوم بھگت سنگھ

جمشید پور میں انجمن ترقی اردو یوم بھگت سنگھ منا رہی ہے۔ یہاں میں نے انجمن کے اشتہارات دیکھے جس میں قوم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ملک کے شہیدوں کی روح کو خراج عقیدت پیش کرو۔ اگر خدانے اس عظیم تحریک کو جو چند دنوں میں سارے ملک میں پھیل جانے والی ہے ناہلوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا تو انجمن کا ایک بڑا مقصد حل ہو جائے گا۔ میں انجمن ترقی اردو سنگھ بھوم کے اراکین سے درخواست کروں گا کہ جس خلوص سے یہ محنت و مشقت کر رہے ہیں اسے جاری رکھیں۔

(سردار شکھ بیدی۔ کلکتہ)

عوام ہفت روزہ"

بذریعہ خط لدھیانہ سے مطلع کیا گیا ہے کہ جناب تاباں جھانسوی اور نثار لدھیانوی کی زیر ادارت "عوام" ایک ہفت روزہ کا ۱۵۔ مارچ ۱۹۵۷ء سے اجرا ہوا ہے۔

(منیجر)

معاصرین

ہندی کے بعد سنسکرت

کئی برس ہوئے ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے جب کہ آپ گورنر بنگال تھے ارشاد فرمایا تھا کہ ہندستان کی قومی زبان سنسکرت ہونی چاہئے اور آپ کا یہ ارشاد اس صورت میں بہت دلچسپ تھا جب کہ ہندستان کے بڑے سے بڑے شہروں میں بھی سنسکرت کو سمجھنے والے گنتی کے صرف چند پنڈت ہی مل سکتے ہیں۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہند نے ایک سنسکرت کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد یہ ہے کہ اس زبان کی ترقی کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ چنانچہ اس کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے مشہور سائنس داں ڈاکٹر سی۔ وی رمن نے کہا ہے کہ :

" ہندستان میں سے ہندی جیسی نان سینس یعنی لغو زبان کو ختم کیا جائے اور ہندستان کی قومی زبان سنسکرت ہو میں اس کے حق میں نہیں ہوں کہ سنسکرت لوگوں پر جبراً ٹھونسی جائے مگر مجھے توقع ہے کہ پندرہ برس کے عرصے میں لوگ اس کو قبول کر لیں گے"

ہندی جیسی رسیلی اور میٹھی زبان کو جس میں سورداس تلسی۔ بہاری۔ پدماکر اور دیو وغیرہ بزرگوں کا کلام موجود ہے اور اس کلام کو ادبی حلقوں میں ہمیشہ ہی آب حیات قرار دیا گیا۔ نان سینس یعنی لغو یا لچر کہنا اپنے منھ کو گندہ کرنا ہے جس کی کوئی ادیب بھی داد نہیں دے سکتا اور اس سے یہ ثابت ہے کہ ڈاکٹر رمن سائنس داں ہوں گے مگر جہاں تک ادب اور لٹریچر کا سوال ہے آپ اس قابل نہیں کہ ہندی مصنفین کے کلام سے لطف اندوز ہو سکیں۔

ہم اس کا اقرار کرتے ہوئے بھی کہ سنسکرت دنیا کی تمام زبانوں میں سب سے بلند زبان ہے اور اس قابل قدر زبان کو بنگالی گجراتی۔ پنجابی اور جنوبی ہند کی تمام زبانوں کے مخزن ہونے کا فخر حاصل ہے اور اس زبان کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش ہونی چاہئے مگر جس صورت میں کہ یہ زبان ہندستان کے کسی صوبہ۔ کسی شہر۔ کسی قصبہ یا کسی گاؤں میں نہیں بولی جاتی اور سوائے گنتی کے چند لوگوں کے ہندستان کی پبلک اس زبان سے واقف نہیں۔ اس کو ملک کی قومی زبان قرار دینا ایک احمقانہ جسارت ہے جو ملک کے لئے یقیناً مفید نہیں ہو سکتی اور ہماری رائے ہے کہ ہندستان کی قومی زبان اردو ہونی چاہئے جو کہ ہندستان کے ہر صوبے میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔

(ریاست دہلی کے ایڈیٹوریل نوٹ سے۔ شکریے کے ساتھ)

زبانوں کی ترقی

زبانیں خدا کی دین ہیں، انہیں ہر صورت میں ترقی کرنے کے مواقع ملنے چاہئیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ زندہ زبانیں بھی ترقی کریں اور مردہ زبانوں کو بھی زندگی ملے۔ لیکن جو لوگ کسی زندہ زبان کو مار کر کسی مردہ زبان کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ رواداری، وسعت نظری اور سچائی کے دعوٰی میں سچے ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ سنسکرت ایک پرانی زبان ہے اور آج اس بڑے ملک میں سو پچاس آدمی بھی ایسے نہیں جن کی مادری زبان سنسکرت ہو۔ قدیم زمانے میں بھی یہ زبان پنڈتوں تک محدود رہی اور عوام کی زبان نہ بن سکی۔ تاہم اگر حکومت یہ کوشش کرتی ہے کہ سنسکرت زبان کو بھی فروغ ہو تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس بات سے ہے کہ ایک طرف زندہ اور ہمہ گیر زبان اردو کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ دوسری طرف سنسکرت کی جبری تعلیم کے لئے اسکیمیں بنائی جا رہی ہیں اور اسے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کیا جا رہا ہے بلکہ سنسکرت کی مستقل یونیورسٹیاں قائم کی جا رہی ہیں۔

اردو کے علمی اور ادبی مرکز

پٹنہ

—— جمیل عظیم آبادی

دہلی اور لکھنؤ کی طرح عظیم آباد (پٹنہ) بھی قدیم زمانے سے علم و ادب کا بڑا مرکز رہا ہے۔ بہت سے علماء اور فضلا اور شاعر اس خاک پاک سے اٹھے اور یہیں پیوست زمین ہوئے۔ یوں تو اس سرزمین کے چپے چپے میں گوہر یکتا دفن ہیں لیکن بہار میں مرکزیت عظیم آباد یعنی پٹنہ کو حاصل رہی ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہار میں اردو کی نشوونما پر اب تک تفصیلی طور پر کوئی کام نہیں ہو سکا ہے اور اب تک اس کی علمی ادبی تاریخ کا بڑا حصہ تاریکی میں ہے۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اردو علم و ادب کی خدمت کے لحاظ سے بہار نے اپنا حق پورا ادا کیا ہے۔

جب ملک کے مختلف حصوں میں مقامی زبانیں عربی، فارسی اور ترکی کی آمیزش سے ایک نئی زبان کی صورت اختیار کر رہی تھیں اور اردو کا ڈھانچہ تیار ہو رہا تھا تو بہار بھی اپنا حق ادا کر رہا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو زبان کی ساخت و پرداخت میں صوفیائے کرام کا بہت ہاتھ رہا ہے بلکہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صوفیائے کرام نے اپنے تبلیغی مقاصد کے لئے عوامی زبان کو اختیار نہ کیا ہوتا اور انھیں کی زبان میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری نہ کیا ہوتا تو اردو زبان سارے ملک میں اتنی جلدی نہ پھیل سکتی۔ یہ موقع نہیں کہ اس وقت ان اسباب سے بحث کی جائے یا ان تاریخی عوامل کا حوالہ دیا جائے جو اردو کے جنم کا سبب بنے لیکن ان تاریخی عوامل کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی خدمت کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔

اور جگہوں کی طرح بہار میں بھی صوفیائے کرام نے یہی روش اختیار کی اور یہاں کی مقامی بولی جنتی مگہی میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش ہونے لگی جس سے اردو زبان کو ڈھانچہ تیار ہونے لگا۔

بہار کی اپنی زبان مگہی تھی جس طرح مختلف علاقوں میں صوفیائے کرام کے اثر و رسوخ سے وہاں کی زبانوں میں عربی اور فارسی کی آمیزش ہوئی اسی طرح بہار کی مگہی زبان میں بھی آمیزش ہوئی۔

۱۱۲۰ء کے لگ بھگ حضرت تاج فقیہ یروشلم سے بہار آئے اور پٹنہ کے نزدیک ایک گاؤں منیر میں بس گئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ ان کے بیٹے حضرت اسرائیل عبدالعزیز اور حضرت اسمٰعیل تھے۔ انھیں حضرت اسرائیل کے فرزند حضرت مخدوم یحییٰ منیری تھے اور ان کے فرزند حضرت شرف الدین بن احمد یحییٰ منیری جو مخدوم بہار کہلائے۔ حضرت مخدوم صاحب کا انتقال ۱۳۸۲ء میں ہوا اور ان کا مزار بہار شریف میں ہے۔ حضرت مخدوم کے مریدوں کی تعداد بہت تھی۔ ان کے مریدوں میں بعض بڑے بڑے صوفی اور اولیاء اللہ گزرے ہیں جن کے دم سے بہت سے خانوادے بہار میں قائم ہوگئے۔

ان خانوادوں میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری تھا اور مقامی زبان میں عربی اور فارسی کی آمیزش کا افسوس کہ استداد زمانہ نے ان کے بہت سے نقوش مٹا دئے لیکن حضرت مخدوم بہاری کے کلام کا کچھ حصہ پروفیسر سید حسن عسکری نے ڈھونڈھ نکالا ہے جو دوہروں اور کچھ منظوموں پر مشتمل ہے ان کے علاوہ حضرت مخدوم کے اقوال بھی جو معدن المعانی کے نام سے ان کے ایک مرید نے مرتب کئے ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب کی زبان عامتاً مگہی تھی اور ان میں کہیں کہیں فارسی اور عربی کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ دانتوں کے منجن کا ایک منظوم نسخہ جو حضرت مخدوم کے نام سے منسوب ہے۔ یہ ہے۔

نون مرچ منجیٹھ لے آوے	پیلا تھوتھا آگ جلاوے
دودھ پھٹکری کتھ پا پر یا	میں پاس کے منجن کیا
منجن کرکے پان چبیّا	دانت کے بیرا بھول نہ آیا

حضرت مخدوم بہاری کے ایک خاص مرید حضرت مولانا مظفر شمس بلخی تھے۔ حضرت منہاج کے خاندان کے بزرگ حضرت عماد الدین عماد تھے بہار میں اردو شاعری کا جو پہلا نمونہ دستیاب ہوا ہے وہ انھیں بزرگ کا کلام ہے حضرت عماد کا زمانہ ۱۳۹۰ء سے ۱۴۰۵ء تک ہے ان کی غزل کے چند شعر ہیں۔

پیچ نظر نے ادھر ادھر ہر دم آوے جاوے ہے
بل بے قامت تس پر بھی تک دیکھے کو ترساوے ہے
جب ستی چھوڑیں کھانا پینا تیرا درد الفت ہیں
خون جگر کا پیوے ہے اور غم غصہ کو کھاوے ہے
آوے اپنے ہاتھ وہ مورکھ نہیں تو اب اس کی آس
اس کے کارن کون جتن ہم کیا نہیں جو آوے ہے

ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اردو کی بنیاد بھی بہار پر رکھی گئی۔ اس پرانے کی رفتار نے جلا کر کے دوسرے علاقوں کی زبان سے ملا دیا۔ اگرچہ اب بھی بہار کی زبان میں بعض مقامی خصوصیتیں موجود ہیں، جو اسے دہلی اور لکھنؤ کی زبان سے الگ اور نمایاں کرتی ہیں۔

انہیں حضرت عماد کے ہم عصر ایک شاعر لالہ رام چند فرحت بھی تھے جن کے فارسی کلام کے نمونے تذکروں میں تو ملتے ہیں لیکن اردو کلام نایاب ہے۔ حالانکہ اکثر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ لالہ رام چند فرحت نے اردو میں بھی اشعار کہے ہیں۔

اسی قصبہ پھلواری شریف کے ایک دوسرے بزرگ حضرت آیت اللہ جوہری تھے جن کی مثنوی گوہر جوہری کا حال ابھی میں پتہ چلا ہے۔ حضرت آیت اللہ کا زمانہ ۱۱۰۱ھ سے ۱۰۰ برس تک بتایا جاتا ہے۔ بہار کی قدیم اردو کے نمونوں میں حضرت آیت اللہ کی مثنوی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۸۸ھ ہے۔ وہ خود ہی مثنوی کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔

کیا ریختہ بیچ یہ مثنوی
رکھا نام اس کا گوہر جوہری

(باقی)

ہماری صحافت

(بہ سلسلہ گزشتہ)

۸۶۔	نوائے ادب	بمبئی	ایڈیٹر	نجیب اشرف
۸۷۔	شاعر	״	״	اعجاز صدیقی
۸۸۔	مصور	״	״	آغا نقش کشمیری
۸۹۔	معارف	اعظم گڑھ	״	شاہ معین الدین احمد ندوی
۹۰۔	ادب لطیف	لاہور	״	مرزا ادیب بی۔اے
۹۱۔	ادبی دنیا	״	״	صلاح الدین احمد
۹۲۔	الحمرا	״	״	حامد علی خاں
۹۳۔	عارف	״	״	شوق
۹۴۔	[illegible]	״	״	جاوید کامران
۹۵۔	نئی تحریریں	حیدرآباد سندھ	״	اختر انصاری اکبرآبادی
۹۶۔	نیا دور	لکھنؤ	״	راحت اللہ انصاری
۹۷۔	فروغ اردو	״	״	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی
۹۸۔	نگار	״	״	نیاز فتحپوری
۹۹۔	[illegible]	بھوپال	״	باسط بھوپالی
۱۰۰۔	سب رس	حیدرآباد دکن	״	ڈاکٹر زور، سکینہ نصیرالدین ہاشمی، جانکی پرشاد
۱۰۱۔	صبا	״	״	سلیمان اریب
۱۰۲۔	[illegible]	״	״	[illegible]
۱۰۳۔	معیار	میرٹھ	״	[illegible] میرٹھی
۱۰۴۔	پگڈنڈی	امرتسر	״	امریک آنند
۱۰۵۔	ہندوستان سماجی	[illegible]	״	محمد حفیظ الکبیر قریشی
۱۰۶۔	پرچم	بلند شہر	״	بسمل سامانی جوہر ہاشمی
۱۰۷۔	اردو ادب سہ ماہی	علی گڑھ	״	آل احمد سرور
۱۰۸۔	تعمیر	سری نگر کشمیر		شمیم احمد شمیم
۱۰۹۔	منزل	مدراس	״	[illegible]
۱۱۰	راہی	جالندھر	״	[illegible]

اوپر جن اخبارات و رسائل کی فہرست دی گئی ہے ان میں سے (راجستھان) سے کوئی اخبار یا رسالہ ہمارے یہاں نہیں آتا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اردو اخبارات و رسائل کثرت سے ہندوستان کے مختلف حصوں سے جاری ہوئے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے لیکن جے پور ابھی اس نعمت سے محروم ہے۔ البتہ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۴ء کو یہاں سے ایک روزنامہ "نئی روشنی" جاری ہوا تھا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی احتشام الدین احمد صاحب شائق تھے۔ افسوس اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ روزنامہ تیسرے ماہ یعنی ۱۰ مارچ ۱۹۵۵ کو بند ہو گیا۔

تبصرے

ضیاء احمد بدایونی

سیرت پاک

از بشیر محمد شارق دہلوی۔ قیمت ۱/۸ روپے
ناشر کارخانۂ تجارت کتب۔ آرام باغ فریئر روڈ کراچی

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سیرت پر دنیا کی ہر زبان میں اس قدر لکھا گیا ہے کہ دوسرے مباحث پر شاید اتنا نہیں لکھا گیا۔ خود ہماری زبان میں سیرت النبی اور رحمۃ للعالمین کے علاوہ متوسط اور مختصر حجم کی سیکڑوں تصانیف موجود ہیں، پھر بھی مختلف مقاصد کے تحت یہ سلسلہ جاری ہے۔ زیر نظر کتاب لڑکوں اور لڑکیوں کی غرض سے آسان اور شیریں زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور تقریباً تمام ضروری مباحث پر حاوی ہے، جس سے نہ صرف کم عمر والے بلکہ معمر اشخاص بھی مستفید ہو سکتے ہیں کتاب اچھی اور مفید ہے۔ اور ضرورت ہے کہ اس کی کافی اشاعت ہو۔

کتاب مذکور میں بعض جزوی فروگذاشتیں بھی نظر آئیں۔ مثلاً صفحہ ۱۷ پر حلف الفضول کو "فضل والوں کا قول و قرار" کہا گیا ہے حالانکہ حلف الفضول کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس معاہدہ کے بانیوں کے نام فضیل اور مفضل تھے۔ یا اس وجہ سے کہ اس کے لازمی شرط یعنی فضل (فاضل چیز جو کسی سے لی ہو) اس کے مستحق کو واپس کردی جائے۔ صفحہ ۱۴ پر آنحضرتؐ کے چچاؤں کی تعداد نو لکھی ہے صحیح روایت میں دس ہے۔ ازواج مطہرات کے تذکرے میں مولف حضرت میمونہؓ کا نام اور حال بالکل نظرانداز کرگئے ہیں۔ صفحہ ۶۵ پر یا دعائنۃ داع کا ترجمہ "دین اور تعلیم کیسی عمدہ ہے" صحیح نہیں ہے بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ "جب تک خدا کا پکارنے والا پکارے"۔ اسی طرح یا محمداً مرحباً من جاو کا ترجمہ "واہ بے محمدؐ ہمارے یہاں بسیں گے" محل نظر ہے یہ "واہ بے" کا موقع نہیں ہے صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ محمدؐ کیسے اچھے ہمسائے ہیں"۔ کہیں کہیں زبان چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے مشکل ہے۔ تاہم مجموعی طور پر صاف اور سلیس ہے۔

تازیانے ترجمۂ المنبہات

مترجمہ مولانا ابو البیان حماد
قیمت مجلد تین روپے۔

ناشر: نور محمد مالک اصح المطابع و کارخانۂ تجارت کتب
آرام باغ۔ فریر روڈ۔ کراچی۔

اصل کتاب کا نام المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد ہے کتاب عموماً علامہ ابن حجر عسقلانی (اور بعض کے نزدیک شیخ ابن حجر مکی) سے منسوب کی جاتی ہے۔ مگر جیسا کہ ناشر نے بتایا ہے نہ اس کتاب کا ذکر علامہ موصوف کی تصانیف کے ضمن میں ملتا ہے نہ اس کا اسلوب ان کے اسلوب سے مماثل ہے بلکہ کشف الظنون کی تصریح کے مطابق اس کے مصنف ایک بزرگ زین القضاۃ احمد بن محمد الحجی ہیں۔ ان کے الفاظ میں "اس کا مصنف کوئی نامور فن محدث نہیں بلکہ ایک ناصح اور واعظ ہے" یہی وجہ ہے کہ کتاب کا انداز محدثانہ نہیں بلکہ ادیبانہ اور واعظانہ ہے۔ مختلف اوامر و نواہی سے متعلق مصنف نے ارشادات نبوی اور اقوال صحابہ و تابعین، علماء و مشائخ کو نہایت خوبی اور حسن ترتیب سے جمع کردیا ہے۔

مترجم نے ترجمہ شگفتہ اور رواں کیا ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں غیر ضروری طوالت اور تکلف نظر آتا ہے۔ عربی اشعار کا ترجمہ اردو اشعار کی شکل میں کرنے کی پابندی نے بعض جگہ بے لطفی پیدا کردی ہے شعر ذیل میں وزن کی غلطی ہے ص ۲۲۔

سویا ہے غفلت میں ہمیشہ تو   اب تو نزدیک آپہنچی ہے اجل

ممکن ہے کہ سہو کاتب نے "سویا غفلت میں ہمیشہ تو کہ اب تو نزدیک آن پہنچی ہے اجل" کو مسخ کردیا ہو۔

ص ۹۵ پر "تفضل علیٰ من شئت تکن امیرہ" کا ترجمہ "اگر تم کسی پر اپنی فضلیت جتلاؤ گے تو اس کے سردار کہلاؤ گے" صحیح نہیں ہے بلکہ یوں ہونا چاہئے کہ "جس پر تم احسان کروگے" الخ۔ اسی طرح واسئل من شئت تکن اسیرہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "تم جس کے حالات دریافت کرتے رہوگے اس کے نگراں سمجھے جاؤگے" جو لفظاً و معناً ہر طرح نادرست ہے۔ مطلب یہ ہے کہ "تم جس سے کچھ مانگو گے گویا اس کے قیدی بن جاؤگے"۔ ص ۱۰۵ پر مناجات "عبدک ذاتی ذنبہ المقردد اخضع" کا منظوم ترجمہ ہے "اور میں ہوں بندہ سرگشتہ و آسودہ حال" سرگشتہ اور آسودہ حال کا کیا جوڑ ہے۔ اصل میں مترجم نے "اقرد" پڑھا ہے اور آسودہ حال ترجمہ کردیا ہے۔ حالانکہ "میں اس کا بندہ ہوں میں اس کا اقرار اور اس کے حضور عاجزی کا اظہار کرتا ہوں" صحیح ترجمہ ہے۔

صاحب ذات الجنب شہید (ص ۱۰۰) حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں ذات الجنب (نمونیا) سے مرنے والے کو شہید فرمایا گیا ہے مترجم نے لکھا ہے "وہ جو پہلو کی کسی شکایت کی وجہ سے جاں بحق ہوگیا ہو" جس سے اصل مفہوم کی طرف خیال منتقل نہیں ہوتا۔

تاہم ان چند لغزشوں سے ترجمے کی افادیت میں فرق نہیں آتا۔ کتاب نافع اور دلچسپ ہے۔ اور امید ہے کہ مذہب اور ادبیات سے ذوق رکھنے والے اصحاب اس کے مطالعے سے محظوظ ہوں گے۔

بہت ضروری دفتری خط کتابت کے پتے میں صرف جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ لکھئے کسی کا نام ہرگز نہ لکھئے۔ نام لکھنے سے جواب اور تعمیل میں دیر ہونا لازمی ہے۔ (انجمن)

(پرنٹر پبلشر اطہر پرویز نے مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا)

خطبہ جناب پنڈت راج ناتھ کنزرو

(بہ سلسلہ گزشتہ)

مجھے آج سے تین سال پہلے یہ یقین ہوگیا تھا کہ جامعہ اردو کو بہت جلد ہندستان گیر شہرت اور پائدار عظمت ملنے والی ہے اور اس یقین کا سبب یہی تھا کہ ادارہ کو ایسے شخص کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل ہوگئی جو نہ صرف ہندستان کا مایۂ ناز ماہر تعلیم ہے بلکہ اردو کا سچا درد رکھنے والا بھی ہے جس کی مستی کردار کہیں جامعہ ملیہ کی شکل میں کہیں انجمن ترقی اردو کی صورت میں کہیں جامعہ اردو کے روپ میں جھلکتی رہتی ہے اور مجھے تو اردو کے اس مرشد کامل کو دیکھ کر اکثر یہ خیال ہوا ہے کہ شاید قدرت نے اقبال کے اس شعر کو ڈاکٹر صاحب کی انسانی شکل میں نمایاں کی ہے ؎

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم　　دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اردو کے نورس غنچو!

جامعہ اردو کے امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد یہ نہ سمجھ لینا کہ خدمت زبان کی منزل آگئی ۔ اپنے چراغ سے دوسروں کے چراغ جلاتے رہنا۔ اردو بولنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مطمئن نہ ہونا انجمن سازی اور مشاعرہ بازی کو اپنا شعار نہ بنانا بلکہ اردو سیکھنے اور اردو سکھانے کی سچی لگن کو اس قدر عام کرنا کہ ہر اردو والا اپنی ذات سے ایک انجمن بن جائے۔ مجھے اپنے پیر دانا ہونے کا دعویٰ نہیں ہے لیکن تمہیں جوانان سعادت مند ضرور سمجھتا ہوں ۔ اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ تم ——!

یہ سمجھ کر خاموش نہ ہوجانا کہ جامعۂ اردو کے سندیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے اردو کا کام پورا ہوگیا یا انجمن ترقی کی شاخیں بڑھنے سے اردو کو اس کا مقام مل گیا۔

اردو کے علمبردارو!

تمہاری زبان اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہی ہے اردو کے بعض تنگ نظر ہمدرد اور بہی خواہ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک انجمن ترقی اردو اور جامعۂ اردو دو مختلف ادارے ہیں جن کے مقاصد مختلف ہیں۔ تمہیں ان غلط فہمیوں کو رفع کرنا ہے۔ اور اردو زبان کو ایسے نادان دوستوں کی دوستی کے مضر اثرات سے بچانا ہے۔ تم انھیں یہ بتاؤ کہ انجمن ترقی اردو اور جامعہ اردو دونوں کا نصب العین ایک ہی ہے۔ دونوں اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے موثر ترین ذریعے ہیں۔ دونوں کی منزل ایک ہے۔ راستے البتہ الگ الگ ہیں۔ راستہ کے پیچ و خم میں الجھنے والوں کو منزل تک پہنچاؤ۔ تمہیں علی گڑھ اور آگرہ کے علاوہ بعض اور شہروں میں بھی ایسی مثالیں مل جائیں گی۔ جہاں جو لوگ انجمن ترقی اردو کے ذمہ دار افراد ہیں۔ وہی جامعۂ اردو کے مخلص کارکن بھی ہیں۔ ان مثالوں کو سامنے رکھ کر اردو والوں کے اس ذہنی اختلاف کو مٹاؤ۔

ہندستان کی تہذیب کے آئینہ دارو!

زبان کے جھگڑے کو سیاسی یا مذہبی جھگڑا نہ بناؤ۔ اردو کی اشاعت سے تمہاری تہذیب کی اشاعت ہوتی ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ لو۔ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ادب کسی سیاسی جماعت کے فرد کو نہیں کہتے۔ آزاد ہندستان میں ایک آزاد۔ مہذب شہری کی طرح اپنے ادب اور اپنی تہذیب کی حفاظت کرو۔ سچی لگن اور خلوص قلب کے ساتھ زبان کی شمع جلاؤ اور اس کی روشنی میں انسانیت کے چہرے کو دیکھو۔

اردو زبان کے پرستارو!

تمہاری دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر میرا دل بہت بڑھتا ہے۔ اردو زبان و ادب سے تمہارا غیر معمولی شغف اور انہماک میرے اطمینان قلب کا باعث ہے۔ تمہارا ان امتحانات میں شریک ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ تم لوگوں کے ذہن میں اردو زبان و ادب کا بلند اور پاکیزہ تصور ہے۔ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی زبان کو سیکھنا اور اس کے ادب کا مطالعہ کرنا معاشی ضرورت کے علاوہ روحانی برکت و سعادت کا بھی سرچشمہ ہے یہ بڑی مبارک علامت ہے۔ اردو زبان اپنے مزاج کے اعتبار سے ہندستان کی بدلتی ہوئی زندگی کا ساتھ دینے کی جیسی صلاحیت رکھتی ہے اس میں جس قدر قوت جاذبہ موجود ہے اس میں ہر علم و فن کی خیال انگیز اصطلاحیں وضع کرنے کی جیسی بے مثال قدرت ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ بات بآسانی کہی جاسکتی ہے کہ اگر نئی نسل کے نوجوانوں میں اسی طرح اردو کی لگن برقرار رہی تو ہر مخالفت کے باوجود حکومت اردو کو علاقائی زبان کا درجہ دینے پر مجبور ہو جائے گی۔ اردو کا مطالبہ ہندستان کی تہذیب کا فطری مطالبہ ہے۔ اس کا دامن تصنع اور بناوٹ کی آلائش سے پاک رہا ہے قدرت اپنا حق منوا کر رہے گی اور اردو کو علاقائی زبان کا درجہ مل کر رہے گا۔

"این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"